پنجابی میں نماز کے جواز کا فتویٰ

اسلام کی تعبیر کا اجارہ دار کون ؟

گذشتہ دنوں پھر سے مغرب زدہ طبقہ کے بعض انتہا پسند افراد نے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا ہے کہ نماز عربی کے بجائے پنجابی میں پڑھنی چاہیئے ہم اس وقت نفس مسئلہ اور اس کے علمی اور تحقیقی پہلو سے گفتگو نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ اس قدر واضح معروف اور دلائل و براہین سے قطعی ہے کہ اس کی مزید توضیح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح یہ بات بھی قطعی اور واضح ہے کہ یہ خالص فقہی، شرعی اور دینی مسئلہ ہے اور اس کے بارے میں فتویٰ اور تشریح و توضیح کا حق بھی ان لوگوں کو حاصل ہونا چاہیئے جو علم دین کی تحصیل اور خدمت و تدریس میں اپنی زندگیاں کھپا چکے ہیں۔ ہمیں اعتراف ہے اسلام کی تعبیر بلاشبہ "علماء" کی اجارہ داری نہیں مگر اس تعبیر کے لیے علم و واقفیت اور فکر و عمل کی اہلیت تو درکار ہے۔ دنیا میں کونسا ایسا علم و فن ہے جس میں ہر کس و ناکس کو اس کا ضروری علم حاصل کیے بغیر تعبیر کا حق دے دیا جاتا ہے۔

کیا فوج کے معاملات میں کسی ایسے شخص کو بولنے کا حق دے دیا جائیگا جو فوجی تنظیم و ترتیب اور فن حرب سے کوئی واقفیت نہ رکھتا ہو؟ کیا قانون کے معاملات میں غیر قانون داں، اور ڈاکٹری کے معاملات میں غیر ڈاکٹر یا مالیات کے مسائل میں عام راہ چلتے کی رائے کو کوئی وزن دیا جائے گا؟ پھر دین کے معاملے میں ان لوگوں کی رائے کیسے وقیع ہو سکتی ہے، جو نہ دین کا علم رکھتے ہیں نہ اسکے مطابق عمل کرتے نظر آتے ہیں؟ دین کی تعبیر کیلئے اہلیت کی اولین شرط یہ ہے کہ آدمی قرآن و سنت کا اتنا علم رکھتا ہو کہ وقت کے پیش آمدہ مسائل میں خدا اور اسکے رسولؐ کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ اور دوسری اتنی ہی اہم شرط یہ ہے کہ وہ عملاً اسلام کی پیروی کرنے والا ہو اور اس پر خود اس کی زندگی گواہی دے رہی ہو۔ جن لوگوں میں یہ دونوں ہی شرائط مفقود ہوں، جنہوں نے اسلام کو جاننے اور سمجھنے میں اپنی عمر عزیز کا ہزارواں حصہ بھی نہ صرف کیا ہو اور جو اپنی عملی زندگی میں فرائض تک کے پابند نہ ہوں، ان کا یہ حق آخر کیسے مانا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام کی تعبیر کریں اور لوگ ایسے چون و چرا مان لیں؟ ظاہر بات ہے کہ اسلام کی تعبیر کا مقصد وقت کے تقاضوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنا ہے نہ کہ اسلام کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا۔

جو لوگ بیچارے خود وقت کے تقاضوں میں ڈھلے ہوئے ہیں، اور صرف وقت کے ان تقاضوں ہی کو جانتے ہیں، اسلام کی الف ب تک نہیں جانتے، انکے متعلق کوئی بگڑے سے بگڑا مسلمان بھی نہیں مان سکتا کہ وہ اسلام کی صحیح تعبیر کرنے کے اہل ہیں۔ "عوام کالانعام" تو درکنار، اگر اس ملک کے صرف گریجوئٹوں اور پوسٹ گریجوئٹوں کی رائے بھی کسی ریفرنڈم کے ذریعہ سے معلوم کی جائے تو انکی کم از کم ۹۰ فی صد تعداد اس مغرب زدہ طبقے کو اسلام کے معاملہ میں اتھارٹی ماننے سے انکار کر دے گی۔